Hazara Islamicus, Vol.:10, Issue: 02,July-Dec 2021
PP: 01-19

OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

مادیت پرستی کے منفی اثرات ونتائج کا مطالعہ: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

A Study of the Negative Effects and Consequences of Materialism: In the Context of Islamic Doctrine

Dr. Sumbal Ashraf
Assistant Professor, L.C.W.U, Lahore

Dr. Sadaf Sultan
Assistant Professor, L.C.W.U, Lahore.

Abstract

Moving forward and developing in life is a positive emotion. But when it is left uncontrollable, it carries a terrible form of materialism. The travesty of materialism based on falsehood could have catastrophic consequences for humanity. This spirit of lust and self-desire took the form of looting, irritation, and strange forms of acquisition wealth, the industrial and mechanical era began, as a result, a handful of people seized the treasures of the living. And the majority of humankind began to groan over hunger, poverty and diseases in the days of these machines. Materialism is a deadly disease that adversely affects human character and society. The cure for that matter is to build a deeper relationship with the Holy Quran. As per the Islamc perspective about wealth, the right path is to moderate between inflation and distortion. To this, the abundance of wealth is not in contradiction to piety. Its teachings are that human beings should adopt lawful means to acquire wealth, avoid forbidden ways. And spent, what he has earned, on himself and upon those who are concerned to him and in addition to that he should consider the rights of the servants of the almighty Allah upon it too.

***Key Words**: Materialism, Industrial Revolution, Social Chaos, Causes & Negative Effects, Countermeasures by Islamic Doctrine.*

CC BY

مادیت پرستی:

مادیت ایک اردو میں عربی سے ماخوذ لفظ ہے اور انگریزی زبان میں اس کو (Materialism) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معنوی اعتبار سے مادیت ایک ایسا نظریہ ہے جس کے مطابق دنیا و جہان میں ماسوائے مادہ کے کوئی جوہر موجود نہیں یعنی مادہ پرستی۔[1]

عربی زبان سے مشتق اسم 'مادہ' کے بعد فارسی مصدر 'پرستیدن' سے صیغہ امر 'پرست' کے ساتھ ہی 'ی' بطور لاحقہ لگانے سے مرکب بنا، اردو زبان میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے، 1928 ء میں 'تنظیم الحیات' میں تحریراً مستعمل ملتا ہے۔مادیت، روحانیت کی ضد ہے نیز اس سے مراد یہ نظریہ ہے کہ دنیا میں سوائے مادہ کے کوئی جوہر موجود نہیں ہے۔[2]

عبد الحمید لکھتے ہیں: جب پورا یورپ اہل کلیسا کی چیرہ دستیوں اور دل دہلا دینے والے مظالم سے دوچار تھا تو وہ لوگ جن کے مفادات کا دارومدار کلیسا سے منسلک تھا انہیں چھوڑ کر باقی سب کلیسا سے نفرت سے بھرپور جذبات رکھنے لگے اور انہی نفرت و عداوت سے لبریز جذبات کی بدولت بدقسمتی سے انہوں نے مذہب کے مکمل نظام کہ درہم برہم کر دینے پر تُل بیٹھے۔اور اس طرح ہدایت الہیٰ ان کے اس غصے کی نذر ہو گئی اور وہ باغی بن گئے۔ گویا جو حماقت پندرھویں اور سولھویں صدی کے دوران اہل کلیسا نے اپنائی اس کے نتیجے میں ایسی جذباتی کشمکش کا آغاز ہوا جس میں 'تبدیلی' کے جذبات چڑاور ضد سے بہک کر خالص الحاد کے راستے پر پڑ گئے اور ایک طویل غیر اضطراری کیفیت کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ اس تحریک کے علمبرداروں نے (Secular) کے بعد مغرب میں تہذیب الحاد ان سب شہادتوں کے باوجود، جو کائنات کے ہر ذرے میں مضمر ہیں، ساری عمارت کی بنیاد کو فقط اس بات پر کھڑا کیا کہ دنیا میں بنیادی حیثیت صرف مادہ کی ہے، یہ وہ ترقی یافتہ مادہ ہے جس کے خواص میں تمام تر فکر، شعور، احساس، نمو اور حرکت ارادی شامل ہیں۔سب کے سب، خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان، طبعی قوانین کے تحت چلنے والی مشینیں ہیں۔ یہ بے اختیار ہیں اور جس طرح ان کے تمام پرزے ترتیب پاتے ہیں انہی کے مطابق افعال سرانجام دیتے ہیں اور مکمل طور پر غیر ارادی ہیں کوئی اختیار وارادہ کے حامل نہیں ہیں۔اس جدید تہذیب کے خودساختہ معماروں نے اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی کی عمارت کی بنیاد اسی فلسفے پر رکھی، اور اس سے مطابقت رکھتی ہر وہ تحریک جس کا قیام اسی مفروضے پر عمل میں لایا گیا کہ کوئی خدا موجود نہیں، کوئی ہدایت نامہ کسی الہامی کتاب کی صورت میں موجود نہیں، کوئی اخلاقی نظام قائم نہیں کیا گیا جس کی اطاعت کی جا سکے، کوئی سوالنامہ نہیں نہ جواب دہی ہی موجود ہے جس کے لیے حشر قائم کیا جائے، تمام ترقی پسند تحریکیں گردانی گئیں۔ اس کے نتیجے میں یورپ ایک وسیع مادیت کی جانب گامزن ہوتا چلا گیا۔ الحاد نے ان کے تمام تر خصائص پر قبضہ کر لیا خواہ وہ ان کے خیالات ہوں، نقطہ نظر ہو، نفسیات ہوں، اخلاق و اجتماع ہو، ذہینیت ہو، علم و ادب ہو، یا حکومت و سیاست غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں بچا جس پر الحاد غالب نہ رہا ہو۔ اگرچہ اس تحریک کا اطلاق آغاز میں بتدریجی طور پر سست روی سے ہوا مگر بعد میں اس طوفان نے پورے یورپ کو بڑی تیزی سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔[3]

توقیر عامر ملک لکھتے ہیں: مادہ کا ایسا کوئی بھی عنصر ہے جو ہماری ظاہری آنکھ کے مشاہدے میں آ سکے۔ جبکہ دنیاوی عیش و عشرت سے انسیت، ذہنی اور روحانی انحطاط، مادیت پرستی کہلاتا ہے۔ عام اصطلاح میں دنیا ایک مادہ ہے، دنیاداری مادیت اور جو شخص دنیادار ہو اسے مادہ پرست کہا جاتا ہے، جب انسان اپنے وجود کا مقصد بھلا کر فقط دنیاداری میں مصروف عمل ہو جاتا ہے تو وہ

خدا سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔ اور اپنے تخلیق کی اصل سے دور رہ جاتا ہے، معاشرہ اس فرد کے اندر مادیت پرستی کے بتدریج سرایت کرنے سے عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے، کیونکہ معاشرہ کی اساس فرد واحد ہے، افراد پر ہی معاشرہ منحصر ہے۔ معاشرہ ہمیشہ افراد کی فطرت کا عکاس ہوتا ہے۔ اور انسانی زندگی پر اس بات کے دوررس اثرات پڑتے ہیں جو کہ براہ راست ہوتے ہیں۔ مادیت پرستی معاشرے میں انسان کی انفرادی تنہائی (Isolation) اور اجتماعی طور پر محرومی (Frustration) جیسے نتائج کا باعث بنتا ہے۔[4]

مادیت پرستی کا فلسفہ مغرب کی پیداوار ہے اس ضمن میں محمد قطب لکھتے ہیں: مغرب تمام اقدار عالیہ کا انکار کرتا ہے اور صرف مادی مفادات پر یقین رکھتا ہے، کیونکہ مغرب کے مخصوص حالات نے اہل مغرب کو ایسی اقوام بنا دیا ہے جو دنیاوی مفادات کے حصول کے لئے اقوام عالم پر ٹوٹے پڑتے ہیں اور ذرا سے فائدے کے لئے کمزور اقوام پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ اس مفاد پرستی کی بنا پر ان کی طبیعتوں میں تعاون و محبت کی بجائے کشمکش و نزاع کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے اور ان کے جذبات و میلانات پر مفاد پرستانہ تصورات مسلط ہو کر رہ گئے ہیں، اس برائی کی جانب ان کے حالات انہیں کھینچ لائے ہیں اور یہ صورتحال کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کا مشرق کے نادان لوگ اشتیاق رکھیں۔ یہ درست ہے کہ آج کے مغرب کو قوت واقتدار حاصل ہے اور یہ شان و شوکت اس کو اس دور میں حاصل ہوئی ہے جس زمانے میں اس نے اقدار عالیہ کو رد کر کے صرف دنیائے محسوسات پر ہی اپنے یقین کے دائرے کو منحصر کر لیا ہے، مگر اس سے یہ مراد ہر گز نہیں ہے کہ حصول قوت کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ ہمارے سامنے بطور دلیل اس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ جب دنیائے اسلام پوری قوت کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا تھی، اس وقت مسلمانوں کو جنگ و سیاست اور سائنس و اقتصاد ہر میدانِ زندگی میں برتری و تفوق حاصل تھا اور جو یورپ آج ایک پیکر عظیم کی طرح ہمارے سامنے ایستادہ ہے وہ خود ایک زمانے تک مشرق اسلامی کا شاگرد رہا ہے۔ انسانیت کے طاقتور ہونے کا ہر گز بھی یہ مفہوم نہیں ہے کہ انسانیت کے اجزائے حقیقی ہی کو تسلیم نہ کیا جائے، اور جبکہ عملی طور پر ان دونوں باتوں میں ہم آہنگی بھی ہو سکتی ہے کہ انسان طاقتور بھی بن جائے اور اس کے اجزائے حقیقی بھی نشو و نما پاتے رہیں۔ قابلِ غور حقیقت یہ ہے کہ خالص مادی بنیادوں پر طاقت کے حصول نے انسانیت کو تباہی اور بربادی سے ہمکنار کیا ہے، کیونکہ مادیت کی بنیاد محبت و تعاون نہیں ہوتی بلکہ باہمی کشمکش اور چھینا جھپٹی ہوتی ہے اور اصول ایک ہی ہوتا ہے کہ بالادستی اور اقتدار 'صاحب حق' کا نہیں بلکہ اس آدمی کا ہے جو طاقتور ہے۔ ظاہر ہے، بربریت پر مشتمل اس فلسفے کا انجام جنگ کی صورت میں ظاہر ہو گا جس میں چند لمحات میں انسانیت کی صدیوں کی کاوشیں ملیامیٹ ہو جائیں گی۔[5]

مادہ پرستی کا اہم پہلو :

☆ **صنعتی انقلاب :**

مادیت پرستی کی بنیاد جس چھینا جھپٹی پر ہے اس کے نتائج انسانیت کے لئے تباہ کن ہی نکل سکتے تھے جس کی منظر کشی مولانا سمیع الحق کچھ یوں کرتے ہیں: ہوسِ زر اور خواہشاتِ نفس کے اس جذبہ نے لوٹ کھسوٹ، جلب زر اور حصول دولت کی عجیب عجیب شکلیں اختیار کیں، صنعتی اور مشینی دور شروع ہوا جس کے نتیجہ میں مٹھی بھر افراد رزق کے خزانوں پر قابض ہوئے اور انسانوں کی اکثریت اس مشینی دور کے صدقے بھوک، افلاس اور بیماریوں سے کراہنے لگی۔ ایثار، اخلاص اور ہمدردی کی بجائے

قومی، علاقائی، لسانی، طبقاتی اغراض معیار شرافت بن گئے اور جو بھی انسانوں کا جتنا خون پسینہ چوس سکا اسے معاشرے نے زیادہ عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا۔ یہ انسان کا ایک ظالمانہ، غیر فطری اور غیر انسانی مظاہرہ تھا، پھر قدرت کا بھی یہ قانون ہے کہ ہر غیر فطری عمل کا ردّ عمل بھی غیر فطری انداز میں ہی ظاہر ہوتا ہے، تو لازم تھا کہ اس کا رد عمل بھی اتنا ہی شدید اور سفاکانہ ظاہر ہو جائے، نتیجہ بیسویں صدی کے آغاز ہی میں سوشلزم اور کمیونزم کی شکل میں ظاہر ہوا، جس نے انسانیت کے تمام رہے سہے اقدار اور اخلاق بھی تہس نہس کر دیئے، مجبور اور مظلوم کی ہمدردی کے نام پر پوری انسانیت سے ہولی کھیلی گئی، غریب اور کسان کے نام سے تمام وسائلِ رزق پر چند غنڈوں نے پارٹی اور جماعت کی شکل میں قبضہ کیا۔ مساوات، اشتراکیت اور غریب پروری کے خوشنما پردوں میں انسانی فطرت، انسانی ضمیر، ابدی اقدار اور روحانی مقاصد روندے گئے، حقیقی مقصد حیات کی زرا سی جھلک بھی مذہب، تعلیم اور اخلاق کی شکل میں دکھائی دی، اس کو صفہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور اس ساری جدوجہد کی اساس بھی مادیت اور تن پروری پر ہی رکھی گئی، ایسی مادیت جو نہ مذہب کی روادار تھی، نہ خدا اور نہ انسانی اقدار اور روایات کی تھی۔ یہ نئی مادیت بھی سوشلزم وغیرہ کی شکل میں انسان کو ایک 'سنہری جنت' اور اس کی بھول بھلیوں میں ڈال دیتی ہے، اور روٹی کے چند ٹکڑوں اور چند ٹکوں کی خاطر انسان کے تمام اعلیٰ و ارفع مقاصد حیات خرید لیتی ہے، اور یہ ہے وہ 'سرخ جنت' جس کی خاطر روس میں بالکل ابتدائی ایام میں کروڑوں افراد قتل، جلا وطن، مجروح اور عمر بھر کے لئے زندہ درگور کر دیئے گئے، چین میں ڈیڑھ کروڑ زمیندار پھانسی پر لٹکائے گئے، جبر و تشدد کے زور پر نہ کہ نظریہ کی صداقت کے بل پر، مزدور اور کسانوں کے نام پر 'اشتراکیت' کا جو ہوّا کھڑا کر دیا گیا، خود اسٹالن معترف ہے کہ ایک کروڑ تو صرف کسان مارے گئے، صرف یہی نہیں بلکہ سٹالین نے کمیونزم کے قیام کے لئے پانچ کروڑ مسلمانوں کو قتل کیا اور یہ تمام تشدد صرف مال چھیننے کے لئے نہیں تھا بلکہ ذاتی عقیدہ، دین، فطری آزادی، شخصی آزادی اور تمام اخلاق فاضلہ اس کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے۔ دین اور انسانیت کی اس قربان گاہ پر جو کتبے نصب کئے گئے، یہاں ان میں سے صرف ایک کتبہ پیش کیا جا رہا ہے۔[6]

چینی صدر ماوزے تنگ کے پیروؤں اور چینی لیڈروں کا ایک پیغام ہے جس کا متن یہ ہے :

> "اے مسلمانو! گوشِ خوش سے سن لو آج کے بعد تمہیں ہر گز اس یہ امر ہمیشہ مانع رہے گا کہ تم اپنے چہروں پر دین کا نقاب ڈال سکو ورنہ ہم تمہیں جلا وطن یا نیست و نابود کر دیں گے، آج کے بعد تمہیں گائے کی بجائے خنزیر کا گوشت کھانا پڑے گا، آج کے بعد تم کو اس کام کو ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ تم اپنے اوقات نماز میں ضائع کرو، قرآن کی تلاوت کرو، اے مسلمانو! پورے غور سے سنو تمہیں اپنی مساجد اور مدارس کو ڈھانا ہو گا، اپنی اسلامی تعلیمات کو توڑنا ہو گا، نماز کو خیر باد اور ختنے سے اجتناب کرنا ہو گا" [7]

☆ مادیت پرستی کی وجوہات و منفی اثرات:

توجہ طلب نقطہ یہ ہے کہ عصر حاضر کا مسلمان اگر مادیت پرستی کی طرف راغب ہے تو کیا اس کی وجہ محض دنیا کی محبت اور آسائشات کی رغبت ہے؟ یا کچھ اور عوامل بھی ہیں جو انسان کو مادہ پرست بنا رہے ہیں؟۔ مغربی لادین تہذیب کے وجود سے نکلا ہوا مادیت پرستی کا یہ فلسفہ بلاشبہ دنیوی راحت و آسائشوں کے گرد ہی گھومتا ہے جو بنیادی طور پر انسان کو خود غرض اور لالچی بنا

دیتا ہے جس کا مطمع نظر صرف اس کی ذات اور اس کا نفع ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی منسلک ہے کہ آج معاشرے کے حالات بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔آج ہمارا معاشی سماجی نظام یعنی سرمایہ داری (کیپیٹل ازم) ہے جس نے ایسے مادی حالات پیدا کر دیئے ہیں جنہوں نے انسان کو حریص ولالچی بنادیا ہے، جس ماحول میں انسان کی عظمت کا پیمانہ اس کی دولت ہو قطع نظر اس بات کے، کہ اس دولت کا حصول کیونکر ممکن ہوا، کیا ذریعہ آمدن رہا، جائز و ناجائز کی کوئی تمیز باقی رہی یا نہ رہی ہو، معاشرے کا ایک عمومی مزاج بنتا جارہا ہے کہ جس کے پاس دولت ہے بس اسی کی عزت ہے اسی کا وقار ہے اور جو آدمی غریب ہے خواہ وہ جس قدر بھی عمدہ اخلاق کا مالک ہو یا نیک و شریف ہو اس کی کوئی عزت کوئی وقار نہیں ہے۔اس سوچ نے بھی انسان کو حریص ولالچی بنایا ہے کیونکہ جب انسانی عظمت کا پیمانہ ہی دولت ٹھہرا وہاں حرص ولالچ ہی تو پنپے گے، جہاں رشوت دیئے بغیر کوئی بھی سرکاری کام (جائز و ناجائز کا کوئی امتیاز نہیں) بمشکل ہوتا ہو وہاں رشوت دینے والا 'اوپر کی آمدنی' سے ہاتھ کیسے کھینچے گا؟ جہاں سچائی، دیانت داری، امانت داری اور اصول کی پاسداری انسان کو مفلسی اور غربت کے اندھیروں میں دھکیل دے وہاں جھوٹ، منافقت، اور بے اصولی کامیابی کی ضمانت کیوں نہ سمجھی جائے گی؟

1: آج کل معاشرے میں جو اشیائے صرف یعنی برانڈڈ چیزوں کی ایک بھیڑ چال چل نکلی ہے یہ ایک طرح سے انسان کے معیار زندگی کو جانچنے کا پیمانہ بن چکا ہے، یہ سوچ سرمایادارانہ معیشت (Consumerism) کی پیداوار ہے۔ سرمایہ دار اپنی اشیاء (Product) کو بیچنے کے لئے ہر حربہ آزماتے ہیں خواہ وہ انسانی جذبہ ہو کوئی بھی رشتہ یا اخلاقی قدر ہو اور تشہیر کا یہ عمل مسلسل بغیر رکے چلتا رہتا ہے اس کام میں چھوٹے پیمانے سے لے کر بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیاں شامل ہیں جو پوری دنیا میں تشہیر کا ایک جال بچھا چکی ہیں اور ہر مارکیٹ تک ان کو رسائی حاصل ہے، اس مسلسل دہرائے جانے والے عمل سے ایک خاص قسم کی نفسیاتی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ جس میں انسانی اقدار، رشتے، جذبات اور احساسات کے اظہار اور ان کی تکمیل کے لئے انہی اشیاء پر انحصار کرنے لگتے ہیں، اس سے ایسی سماجی نفسیات اور نئی طرز کی اخلاقیات پیدا ہوتی ہیں کہ جس سے انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ اپنے معاملات کو انسانیت کے اصولوں کی بجائے ان برانڈڈ چیزوں ان کی جدت اور قیمت سے طے کرنے لگتا ہے۔ پھر جب معاشرے میں عزت و معیار کے یہ پیمانے طے ہو جائیں تو بلاشبہ انسان بھی ان چیزوں کے طمع میں مبتلا ہو جائے گا جس سے اس کے اندر دوسرے انسانوں سے مسابقت اور حسد جیسے منفی جذبات کو فروغ ملے گا نیز ان چیزوں کے حصول کے لئے حرص ولالچ پیدا ہو گا۔

سائنسی کمیونزم کے بانی کارل مارکس کا کہنا تھا کہ اشیائے صرف کی تخلیق کا تعلق انسان کی مادی ضروریات کی تسکین سے ہے، انسان اشیائے صرف کا آقا ہے کہ وہ انہیں تخلیق کرتا ہے، لیکن زر پرستی اور منافع خوری کی بنیاد پر قائم سرمایہ دارانہ نظام میں انسان خود اپنی تخلیق کی ہوئی اشیاء کا غلام بن جاتا ہے۔

2: سائنس اور اس کی ایجادات کا مقصد اصولی طور پر تو انسانیت کی فلاح ہونا چاہئے، مگر اب یہ ایجادات بھی دولت کمانے کے ایک ذریعہ ہی بنتی جارہی ہیں، ملٹی نیشنل کمپنیاں سائنسدانوں کو اپنے ہاں ایک ورکر یعنی ملازم کے طور پر رکھ لیتی ہیں پھر ان کی محنت سے کی جانے والی تحقیق اور ایجادات پر اپنا اجارہ قائم کر لیتی ہیں جس کو بعد میں اپنے کاروباری مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہیں۔اس سے انسانی فلاح کا بنیادی مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے جس کی سب سے اہم مثال ہم طب کے میدان میں

دیکھتے ہیں، آج میڈیکل سائنس نے بہت زیادہ ترقی کر لی ہے مگر دنیا کی بیشتر آبادی علاج کی بہترین سہولیات اور اچھی ادویات سے محروم ہے کیونکہ اس قدر مہنگی ادویات و علاج ان کے بس سے باہر ہے۔ علم طب بنیادی طور پر ایک Noble Field) ہے مگر آج انسان کی حرص و طمع نے اسے بھی ایک کاروبار بنا رکھا ہے جس میں صرف اپنا فائدہ و منافع لینا مقصود ہے، جب انسان کو بیماری کے علاج اور جان کے بچاؤ میں بھی زیادہ سے زیادہ دولت کی ضرورت درپیش ہو تو ان حالات میں وہ مال جمع کرنے کی طرف کس قدر راغب ہو جائے گا اس کا اندازہ چنداں مشکل نہیں ہے۔

3: تعلیم ایک ایسا عنصر ہے کہ جس کے متعلق ایک حقیقت ہے کہ اس کے عام ہونے سے لوگوں کی سماجی زندگی بہتر ہوتی چلی جاتی ہے، مگر آج کا تجربہ کچھ اور ہی کہہ رہا ہے، عصر حاضر میں تعلیم کا گراف بڑھ رہا ہے مگر اخلاقی اقدار بھی روبہ تنزل ہیں جن کے اسباب میں یہ شامل ہے کہ تعلیم کے بنیادی مقصد کو فراموش کر دیا گیا ہے اب اس سے مقصود لوگوں کی تربیت اور اخلاقی ترقی نہیں رہی بلکہ مادی ترقی کا حصول ہی مطمع نظر بن چکا ہے۔ اب ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ صرف دینی تعلیم ہی مقصود ہو کیونکہ قرآن و سنت کی تعلیمات تو خود جا بجا علم کی اہمیت پر زور دیتی ہیں اور بلا مساوات مرد و زن تعلیم کو فرض قرار دیا، اس میں تمام قسم کے دنیاوی علوم شامل ہیں۔ یہ بات ناگزیر ہے کہ لوگوں کو تعلیمی مراکز میں مادی فوائد حاصل کرنے کی مشین نہ بنایا جائے بلکہ ان کی اخلاقی تربیت کا بھی اہتمام کیا جائے جس سے ان میں اعلیٰ کردار کے اوصاف پیدا ہو سکیں کہ جن سے مزین ہو کر وہ بقیہ تمام علوم سے آراستہ ہو سکیں۔ مگر بدقسمتی سے آج انسانی جذبات و اعلیٰ اقدار کی بجائے ان کو مادی فوائد حاصل کرنے کے گر سکھائے جا رہے ہیں جس کی طرف علامہ اقبال نے کچھ یوں اشارہ کیا :

یورپ میں بہت، روشنی علم و ہنر ہے　　　حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمت
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبیر، یہ حکومت　　　پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات [8]

4: مادہ پرستی نے معاشرے میں موجود خواتین کی بھی ایک واضح اکثریت کو متاثر کیا ہے ان کو 'آزادی نسواں' اور 'مرد و زن کی مساوات' جیسے کھوکھلے اور گمراہ کن فلسفوں کا جھانسہ دے کر ایک ایسے راستے پہ چلا دیا ہے جس کی منزل سوائے ذلت کے اندھیروں کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کو ایسے پرفریب نعرے دے کر حیا جیسے زیور سے دور کر دیا ہے جس کا وہ خود سر عام اشتہار بنی پھرتی ہیں، بازاروں میں لگے بڑے بڑے پوسٹرز ہوں، یا عام شاہراہ پہ جاتی اپنی نمائش کرتی خواتین ہوں، ان کی اکثریت مادہ پرستی کا نتیجہ ہے، گھریلو ازدواجی معاملات الگ متاثر ہو رہے ہیں جس سے خاندانی نظام بربادی کی طرف جا رہا ہے، اور اخلاقی اقدار روبہ تنزل ہیں جس سے بے راہ روی منہ کھولے معاشرے کو تباہ کر رہی ہے۔

5: غلبہ مادیت نے انسانی شعور کو سلب کر لیا ہے اپنے لالچ میں خونخوار حیوان بنا دیا ہے کہ جس میں معصوم بچوں کا اغوا برائے تاوان، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کے بھیک منگانا، انسانی اعضاء فروشی، چھوٹی چھوٹی سی معصوم بچیوں اور بچوں کے ساتھ زیادتی، کھانے پینے کی اشیاء حتیٰ کہ ادویات میں بھی ملاوٹ، ڈاکٹروں جیسے مسیحاؤں کا جلاد کا روپ دھارنا، رشوت ستانی، دھوکہ دہی، چوری ڈاکے وغیرہ یہ سب وہ قبیحہ افعال ہیں جو مادیت کے غلبے سے انسان میں پیدا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں مال و زر کے متعلق پسندیدہ رویے اور وہ رویے جو اللہ تعالیٰ کے غصے کا باعث بنتے ہیں ان کی قرآن کریم میں بہت سی امثلہ موجود ہیں یہاں دو کا ذکر کرتے ہیں۔

{وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا---كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا---وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا---وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ---وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا---قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا---لَّكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا---وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ إِن تُرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا---فَعَسَى رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا---أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا---وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَى مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا---وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا---هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا }[9]

"خوب بدلا اور (کیا) خوب آرامگاہ ہے۔ اور ان سے دو شخصوں کا حال بیان کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ (عنایت) کئے تھے اور ان کے گردا گرد کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کردی تھی۔ دونوں باغ (کثرت سے) پھل لاتے اور اُس (کی پیداوار) میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔ اور (اس طرح) اس (شخص) کو (ان کی) پیداوار (ملتی رہتی) تھی تو (ایک دن) جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں۔ اور (ایسی شیخیوں سے) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو۔ اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو (وہاں) ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔ تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا کہ کیا تم اُس (اللہ) سے کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔ مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کیساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کیوں نہ کہا؟ اگر تم مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتے ہو۔ تو عجب نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے اور اس (تمہارے باغ) پر آسمان سے آفت بھیج دے تو وہ صاف میدان ہو جائے۔ یا اس (کی نہر) کا پانی گہرا ہو جائے تو پھر تم اُسے نہ لا سکو۔ اور اُس کے میووں کو عذاب نے آگھیرا اور وہ اپنی چھتریوں پر گر کر رہ گیا تو جو مال اُس نے اُس پر خرچ کیا تھا اُس پر (حسرت سے) ہاتھ ملنے لگا اور کہنے لگا کہ کاش میں اپنے رب کیساتھ کسی کو شریک نہ بناتا۔ اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہوئی اور نہ وہ بدلہ لے سکا یہاں حکومت سب اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اُسی کا صلہ بہتر اور بدلا اچھا ہے "

محمد رضی الاسلام ندوی لکھتے ہیں: پہلی مثال سورۂ کہف کی ہے اس میں دو انسانوں کے کردار پیش کئے گئے ایک کردار ایسے انسان کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت سے نوازا تھا اس کے پاس انگور کے دو باغات تھے، ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگی ہوئی تھی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین تھی، اس کے باغات خوب پھل دیتے تھے اور اس کے نتیجہ میں اس کے پاس کافی دولت اکٹھا ہو گئی تھی، لیکن یہ سب کچھ پا کر اس کے اندر شکر گزاری کا جذبہ پیدا نہیں ہوا، بلکہ وہ گھمنڈ میں مبتلا ہو گیا اور جن لوگوں کے پاس اس سے کم تر دولت تھی ان کو خود سے حقیر سمجھنے لگا۔ دوسرا کردار اس کے دوست کا ہے جس کے پاس اگرچہ اس کے مقابلے میں کم دولت تھی، لیکن وہ تواضع، خاکساری اور شکر گزاری کے اوصاف سے متصف تھا، اس دوست نے اس مغرور اور گھمنڈی شخص کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کیونکہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، وہی مالک و مختار ہے اگر وہ چاہے تو تجھ سے ان آسائشوں کو چھین بھی سکتا ہے مگر اس تنبیہ اور فہمائش کا اس مغرور انسان پر کچھ اثر نہیں ہوا اور وہ اپنی سابقہ روش پر قائم رہا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کے باغات کو تباہ کر دیا اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ دوسری مثال قارون کی ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے :

{إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ---وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ---قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ---فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ---وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ---فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ---وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْلَا أَن مَّنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ}[10]

"قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اُن کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں، جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا کہ اترایئے مت کہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں طالبِ فساد نہ ہو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ بولا کہ یہ (مال) مجھے میری دانش (کے زور) سے ملا ہے کیا اُس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں اور گنہگاروں سے اُن کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا جو لوگ دنیا کی زندگی کے

طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال و متاع) قارون کو ملا ہے کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے وہ تو بڑا ہی نصیب والا ہے۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس مومنوں اور نیکوکاروں کیلئے (جو) ثواب اللہ (کے ہاں تیار ہے وہ) کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ملے گا۔ پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اُس کی مددگار نہ ہو سکی اور نہ وہ بدلا لے سکا۔ اور وہ لوگ جو کل اس کے رتبے کی تمنا کرتے تھے صبح کو کہنے لگے ہائے شامت اللہ ہی تو اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے خرابی کافر نجات نہیں پا سکتے"

قارون جو کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں شامل تھا وہ در حقیقت حضرت موسیٰ کی قوم کا فرد تھا مگر نافرمان ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیش بہا دولت سے مالا مال کیا تھا اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھانے کے لیے طاقتور افراد کی ایک جماعت مامور تھی ۔اسے لوگوں نے سمجھایا کہ جو انعام و اکرام اللہ کی ذات نے تجھے عطا کیے ہیں ان پر اس ذات کا شکر بجالاتے ہوئے حکم عدولی سے بچو، اور جیسے پروردگار نے تجھ پر عنایت فرمائی تم اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ مہربان رویہ اختیار کرو، اس سے تمہیں دین و دنیا دونوں میں اچھا اجر ملے گا، مگر اس پر ان باتوں کا مطلق اثر نہ ہوا اور انتہائی مغرور انداز میں اس نے کہا کہ میرے پاس جو خزانے ہیں وہ میں نے اپنی قابلیت سے حاصل کیے ہیں، بالآخر اس پہ وہ پروردگار کے عذاب کا حق دار ٹھہرا۔ اور اس کو اس کی تمام تر دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔

اسلام دولت کے معاملات میں افراط و تفریط کے مابین اعتدال کی راہ کو پسند کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک دولت کی بہتات تقویٰ سے متصادم نہیں ہے اس کی تعلیمات کے مطابق انسان ناجائز ذرائع سے اجتناب کر کے حلال طریقوں سے مال کمائے اور پھر اس مال پر اپنی ذات و خاندان کے علاوہ اللہ کے بندوں کا بھی حق تسلیم کرے۔ [11]

قرآنی ابلاغ نے ان دو امثلہ کے ذریعے کس قدر مؤثر انداز میں مال و دولت اور اس دنیا کی حقیقت سمجھا دی ہے انسان جب ان پہ غور کرتا ہے تو اس کے دل میں موجود دولت کے شدید میلان پر گہری ضرب لگتی ہے اور اس کے اندر کا ہر غرور و فخر دم توڑ جاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ قارون جیسے بے تحاشا خزانوں کے مالک کا کیا انجام ہوا تو پھر انسان کی بساط ہی کیا ہے؟ کس بات پہ اس کو غرور ہے؟ مال و دولت آخر کس بات کی ضمانت ہے؟ کیا یہ انسان کی زندگی میں ایک سانس کا بھی اضافہ کر سکتا ہے؟ یا اس کے اپنوں کی زندگی بچانے کا کا باعث بن سکتا ہے؟ اور اہم ترین نقطہ تو یہ ہے کہ جب یہ ساری کائنات اس میں موجود تمام اشیاء اور خود انسان سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، اور انسان کو عطا کی گئی تمام نعمتوں کا مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہے، اسی کی عنایت و نوازش سے حاصل ہوا ہے تو غرور کس بات کا؟ اس غرور کے نتائج میں کیسے کیسے بادشاہ و امراء ہلاک ہو گئے اور اخروی زندگی میں بھی خسارہ پانے والوں میں شامل ہو چکے ہیں، ان حقائق کو جان لینے کے بعد انسان نفسیاتی طور پر مال و دولت کی شدید محبت سے باہر نکل آتا ہے اور معقول طرز عمل بھی یہی ہے کہ انسان چند روزہ زندگی کی خاطر مال و دولت کے پیچھے نہ

بھاگے بلکہ ہمیشہ رہنے والی حیات کو سنوارنے کی فکر کرے، دنیا میں حاص ہر نعمت پہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اس کے بندوں کے حقوق خوش اسلوبی سے ادا کرے اور جو نہ ملے اس پہ صابر رہے اور روز محشر جزا کی امید رکھے، قرآن کریم مال و دولت کو ایک آزماءش کے طور پر بھی متعارف کراتا ہے ارشاد ہے :

{وَاعْلَمُواْ أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلاَدُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ}[12]

"اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد حقیقت میں تمہارے لئے آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر دینے کے لئے بہت کچھ ہے"

اس بات کی روشنی میں تو عقلمند انسان صرف وہ ہے جو اس آزمائش میں کامیاب ہونے کی کوشش کرے، اسے جو جو نعمتیں بھی میسر ہوئی ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے نہ کہ ان میں کھو کر رہ جائے، دنیا تو ایک دار العمل ہے یہ بذات خود منزل نہیں ہے بلکہ منزل مقصود تک جانے کے لئے ایک امتحان گاہ ہے۔قرآنی ابلاغ یہ حقیقت انسانی نفسیات میں اس قدر مؤثر انداز میں جاگزیں کرتا ہے کہ انسان کی سوچ کا زاویہ ہی بدل کے رہ جاتا ہے فخر و غرور کی جگہ جذبہ شکر، مسابقت و حسد کی جگہ جذبہ صبر، حرص و لالچ کی جگہ سخاوت و رحمدلی جیسے جذبات پروان چڑھتے ہیں، ان جذبات کے پیدا ہونے سے مادہ پرستی جیسا فلسفہ خود اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت طلب ہے جس کا کچھ کم فہم لوگ اکثر اظہار کرتے رہتے ہیں کہ قرآنی ابلاغ جس طرزِ حیات کا داعی ہے وہ مادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے جب کہ اصل اس کے متضاد ہے اس ضمن میں سید قطب شہید لکھتے ہیں:

انسان جب اس نظام کو اپنالیتا ہے تو اس دنیا میں انسان اس نظام کی عملی صورت میں خلافت الٰہیہ کو ہمہ جہت قائم کرتا ہے اور اس کی رو سے وہ خود کو باری تعالیٰ کی بندگی کے سپرد کر دیتا ہے اور غیر اللہ کی ہر قسم کی عبودیت سے مکمل طور پر نجات حاصل کر لیتا ہے اور تمام غیر الٰہی نظام حیات کے جواز کو مسترد کر دیتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نظام زندگی کو قائم کرتا ہے۔ایک طرف وہ یہ رویہ اختیار کرتا ہے اور دوسری طرف ان کائناتی قوانین کا کھوج لگاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مادی اسباب کے اندر ودیعت کر رکھے ہیں اور زندگی کو ترقی سے ہمکنار کرنے کے لئے ان قوانین سے استفادہ کرتے ہوئے زمین کے بے بہا خزانوں اور خوراک کے ان لامتناہی ذخیروں کی دریافت کے لئے استعمال کرتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے سینہ کائنات میں چھپا رکھے ہیں۔زمین پر خلیفہ الٰہی کے نائب ہونے کی حیثیت سے رزق کے خزانوں کا اکتشاف کرتا ہے، مادہ خام کو صنعت میں تبدیل کرتا ہے اور گوناگوں صنعتیں وجود میں لاتا ہے، ان سارے فنی تجربات اور علمی معلومات کو کام میں لاتا ہے جو کہ انسانی تاریخ کا حاصل ہیں۔جب انسان زندگی کے مادی اور اخلاقی پہلوؤں میں یہ رویہ اختیار کرتا ہے تو بلاشبہ انسان اس وقت تہذیبی لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچتا ہے اور ایسا انسانی معاشرہ تہذیب کے بام عروج پر متمکن ہوتا ہے۔[13]

اب اگر فقط مادی ایجادات اور مفادات کا تذکرہ کیا جائے تو قرآنی ابلاغ کے نظریہ کے مطابق ان کو ہرگز بھی تہذیب یا نظام زندگی نہیں کہا جا سکتا، مادی ترقی نہ تو اسلامی نظریہ حیات کے منافی ہے اور نہ ہی جاہلیت کے نظام کے منافی ہے۔یہ مکمل نظریہ حیات نہیں ہے ایک تصور ہے جس کی بنیاد کسی بھی نظریہ پر قائم کی جاسکتی ہے۔خواہ وہ اسلامی نظام ہائے حیات ہو یا جاہلیت کا نظام ہو، اس بات کا قوی امکان ہے کہ معاشرے میں مادی ترقی تو عروج پہ ہو مگر درحقیقت جاہلیت کا دور دورہ ہو جس کی طرف

قرآن کریم جابجا ذکر فرماتا ہے مثلاً :

{فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُواْ بِمَا أُوتُواْ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ---فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُواْ وَالْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ}[14]

"پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے، ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے "

{أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ---وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ---وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ---فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ---وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ---أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ---وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ---إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ}[15]

"کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بطور کھیل تماشا یادگار (عمارت) بنا رہے ہو؟ اور بڑی صنعت والے (مضبوط محل تعمیر) کر رہے ہو، گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے۔ اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور اور ظلم سے پکڑتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جنہیں تم جانتے ہو۔ اس نے تمہاری مدد کی مال سے اور اولاد سے۔ باغات سے اور چشموں سے۔ مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے "

{إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاء أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاء فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالأَنْعَامُ حَتَّىَ إِذَا أَخَذَتِ الأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلاً أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ}[16]

"پس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات، جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں، خوب گنجان ہو کر نکلی، یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حکم (عذاب) آپڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھی ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں "

قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر اسی نفس مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے جس سے یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ مادی ترقی کی بنیاد جاہلیت کا نظام ہو سکتا ہے جو کہ صرف دنیا تک ہی محدود رہے گی اور اخروی حیات جو کہ دائمی ہے اس میں اس کا کچھ اجر شامل نہیں ہو گا دوسرے لفظوں میں سراسر خسارے کا سودا ہے۔ قرآنی ابلاغ کے تناظر میں یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ اسلامی نظام ہرگز بھی مادی ترقی سے متصادم نہیں ہے نہ ہی مادی وسائل و ذرائع کے حصول کی حوصلہ شکنی کرتی ہے بلکہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں قرار دیتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

{وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاء وَالأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ}[17]

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا "

{فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا---يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَارًا---وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا}[18]

"اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقینا بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔ اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا "

اصل بات مادی ترقی نہیں ہے یہ بذاتِ خود اہمیت کی حامل نہیں ہے بلکہ اہمیت اس اساسی نظریے کی ہے جس کی بنیاد پر وہ عمارت جو کہ مادیت اور صنعتی ترقی پر مشتمل ہے کھڑی کی جاتی ہے اور وہ اقدار حیات ہیں جنہیں کسی بھی معاشرے میں بہت اہم مقام حاصل ہوتا ہے اور جن کے عمومی رویوں کے تحت انسانی تہذیب کے خدو خال اور عوامل ترتیب پاتے ہیں۔ یوں بھی انسان اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس کی بقا فطرت میں پنہاں ہے اور فطرت کی شکست در حقیقت اس کی اپنی شکست و ریخت کو جنم دیتی ہے، اس کے باوجود وہ اس کو تلف کرنے کے درپے ہے۔ اسی امر کے نتیجہ میں دن بدن دگنی ہوتی ذہنی و نفسیاتی پیچیدگیاں، طاقت کا عدم توازن، سرحدی کشیدگیاں، خطرناک جوہری ہتھیار، دنیا کی وسعتوں کو نگلتا گلوبلائزیشن کا عمل، الیکٹرانک میڈیا کا منفی کردار، کارپوریٹ کلچر کا غاصبانہ تسلط، عالمی طاقتوں اور انسانی فطرت کے مابین مسلسل بڑھتے ہوئے تصادم جیسے خطرات درپیش ہیں۔

☆ **اسلامی تعلیمات کی رُو سے متضاد کارگر مقابلہ :**

اسلام کا بنیادی فلسفہ بنی نوع انسان کی زندگی کو مشکل اور بے رونق نہیں کرتا بلکہ اسے آسان اور مزین بناتا ہے یہ انسان کو حرام اور ناجائز امور سے منع کرتا ہے تو اس کے متوازی جائز اور حلال کام پیش کرتے ہوئے ان کی مئوثر ترغیب دیتا ہے۔ قرآن حکیم انسانی نفس کی جن خطوط پر تربیت کرتا ہے ان میں سر فہرست اعلیٰ اخلاق ہیں جن سے متصف ہو کر ہی انسان تزکیہ نفس کے مراحل طے کرنے کے قابل ہوتا ہے، یہ مقدس کتاب جس پیغمبر ﷺ پر اتاری گئی تھی ان کے بہترین اخلاق کا تو پورا زمانہ معترف تھا ان کے بدترین دشمن بھی ان کی امانت و دیانت، راست گوئی و رحمدلی کے گواہ تھے۔ پھر جب ایسی عظیم شخصیت کے اوپر اللہ سبحان و تعالی نے مقدس کتاب کو نازل فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کتاب کے ابلاغ کا بہترین طرز پر حق ادا کیا اور اپنی شخصیت کو کلی طور پر اس کتاب کا عملی مظاہرہ بنا دیا، ایک مرتبہ کسی شخص نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے نبی رحمت ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے جواب دیا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟((کان خلقه القرآن)) "وہ قرآن کی مثل ہیں"۔ پھر رحمۃ للعالمین ﷺ کے ہاتھوں تربیت پانے والی جماعت ایسے اخلاق سے آراستہ ہوئی کہ جس کی مثال تاریخ

میں اور نہیں ملتی اور آپ ﷺ کی یہ تربیت روز محشر تک کے مسلمانوں کے لئے ہے، آج ضرورت اس امر کو سمجھنے کی ہے کہ انسان اعلیٰ اخلاق سے ہی انسانیت کے بہترین درجہ پر فائز ہو سکتا ہے جبکہ برے اخلاق انسان کو ذلیل و رسوا کر کے پستی میں گرانے کا موجب بنتے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد اخلاق کریمہ کی تکمیل ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق)) "میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں" ایک بار نبی رحمت ﷺ نے فرمایا :

((عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ:((ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا و الطفهم باهله))[19]

"حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: تم سب مؤمنین میں سے اس کا ایمان مکمل ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو گا اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتا ہو گا" ابو عیسیٰ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے

محب اللہ قاسمی لکھتے ہیں: آج کی تیز رفتار دنیا بہت تیزی کے ساتھ ترقی کے بلند مقام پر جانے کی کوشش کر رہی ہے، آرام وآسائش کی جدید تر سہولیات حاصل ہو گئی ہیں، انسان دنیا کو اپنی مٹھی میں کرنے اور چاند پر گھر بسانے کی سوچ رہا ہے، لیکن دوسری طرف وہ اخلاق کی اتنی پستی میں جا گرا ہے کہ اسے انسان کہنا گویا انسان کی توہین ہے۔ اگر ہم اس اخلاقی گراوٹ کے اسباب پر نظر ڈالیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ انسان خداترس ہونے کے بجائے مادہ پرست ہو گیا ہے۔ مال و دولت کا حصول اور مادہ پرستی، دو الگ الگ چیزیں ہیں، مال وہ ہے جس کی انسان کو ضرورت ہے، کائنات اور اس کی تمام چیزیں انسانوں کی سہولت اور ان کی ضرورت کی خاطر پیدا کی گئی ہیں، مگر خود انسان اپنے خالق و مالک کی اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس طرح مال کا حصول تو اس کی ضرورت ہے مگر مادہ پرستی اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے خلاف ہے، کیونکہ مادہ پرستی میں انسان اپنے مالک کی رضا کو فراموش کر دیتا ہے اور خود کو ہر اس کام میں لگا لیتا ہے جو کہ اسی کے لئے نقصان دہ ہیں۔ اس کو اس مثال کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے کہ کشتی خشکی میں تو نہیں چل سکتی اسے پانی پر ہی چلایا جاتا ہے، لیکن اگر کشتی میں پانی لبالب بھر جائے تو یہی پانی اس کشتی کو غرقاب کر دیتا ہے۔ مادہ پرستی وہ مہلک مرض ہے جو انسانی اخلاق و کردار اور سماج کو بری طرح سے متاثر کرتا ہے، پھر یہی بد اخلاق و بدکردار شخص رفتہ رفتہ الحاد کی طرف چلا جاتا ہے اور اس کی عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔[20]

☆ مرغوبات نفس کی ترغیب:

قرآن حکیم نے مادہ پرستی کے اسباب کو دھوکہ قرار دیتے ہوئے اس سے باز رہنے کی نصیحت کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

{زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ}[21]

"لوگوں کے لئے مرغوبات نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے "

سید قطب شہیدؒ اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

{زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ} فهى شهوات مستحبة مستلذة،و ليست مستقذرة ولا كريهة،،،،،، "(يراجع بتوسع كتاب محمد قطب "دار الشروق""الانسان بين المادية والاسلام"22

اس آیت مبارکہ میں جو یہ بات ارشاد فرمائی گئی کہ "لوگوں کے لئے مرغوبات نفس کو مزین بنادیا گیا" پس یہ مرغوبات مستحب ہیں اور لذیذ ہیں، یہ مکروہ اور غلیظ نہیں ہیں۔ انداز تعبیر ایسا ہے کہ کہ جس سے ان مرغوبات کی غلاظت اور کراہت کا اظہار نہیں ہوتا، قرآنی ابلاغ یہاں صرف ان چیزوں کے مزاج اور ان کی حقیقت کو سمجھانا چاہتا ہے نیز اس کے اثرات کا اظہار مقصود ہے اور یہاں مطلوب یہ ہے کہ ان اشیاء کی قدر و قیمت اور ان کے مقام کا تعین کر دیا جائے تاکہ وہ اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکیں، نہ وہ ان اقدار پر دست درازی کر سکیں جو ان کے مقابلے میں اعلیٰ وارفع ہیں، انسان صرف ان دنیاوی شہوات میں غرق ہو کہ نہ رہ جائے بلکہ اس کی نظریں دار آخرت پر مسلسل لگی ہوں، اگرچہ وہ بقدر ضرورت ان لذتوں سے بھی لطف اندوز ہوتا رہے۔ یہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام انسانی فطرت کو ایک حقیقت واقعہ کے طور پر لیتا ہے اور فطری میلانات کا مناسب لحاظ رکھتا ہے اور وہ ان میلانات کو مہذب اور شائستہ بناتا ہے اور ان کو رفعت دیتا ہے، وہ کسی صورت میں بھی ان میلانات کی بیخ کنی نہیں کرتا جو لوگ آج کل علم النفس کے مضمون میں میلانات کی بیخ کنی کے نقصانات بیان کرتے ہیں یا وہ نفسیاتی الجھنوں پر بحث کرتے ہیں جو جذبات کی بیخ کنی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ نفسیاتی الجھن جذبات کی بیخ کنی سے پیدا ہوتی ہے وہ جذبات کے ضبط اور تہذیب سے پیدا نہیں ہوتی۔ اور بیخ کنی کا مفہوم یہ ہے کہ تقاضائے فطرت کو گندگی سمجھا جائے اور اس کے ارتکاب کو برائی سمجھا جائے۔ ایسا کرنے کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ایک فرد مختلف سمتوں سے مختلف قسم کے دو میلانات کے دباؤ میں آجاتا ہے، ایک طرف اس کے شعور اور ضمیر کا دباؤ ہوتا جس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان ان فطری خواہشات کے پورا کرنے سے اجتناب کرے، یہ شعور اور میلان اس کے نظریہ حیات، اس کے مذہب یا اس کے رسم و رواج کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ اس کا نظریہ یہ ہو کہ فطری میلانات تمام کے تمام گندے ہیں، ان کا وجود ہی نہیں ہونا چاہئے اور درحقیقت وہ شیطانی میلانات ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کوئی نظریاتی یا کوئی مذہبی شعور کبھی بھی ان فطری رجحانات کو دبانے میں کامیاب نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ میلانات فطری و قدرتی ہیں اور فطرت کے اندر اس کی جڑیں گہری ہوتی ہیں، نیز ان کا تعلق بسا اوقات وظیفہ بقائے انسانیت سے ہوتا ہے ان کے بغیر بقائے انسانیت کا فرضہ ادا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ میلانات یونہی عبث طور پر ودیعت نہیں کئے۔ اسلام نے ان انسانی فطرت کے ان دونوں میلانات و رجحانات کے اندر توازن پیدا کیا ہے، اس نے شہوت، لذت، اخلاقی بلندی اور پاکیزگی کے درمیان ایک حسین توازن پیدا کر کے دونوں کو اپنے اپنے مقام پر حدود اعتدال کے اندر کام کرنے کی اجازت دی ہے"۔

قرآن کریم نے اس آیت کریمہ میں دنیا کے تقریباً تمام مرغوبات نفس کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے ہر وہ چیز جس کی طرف انسانی نفس مائل ہوتا ہے مثلاً عورتیں، اولاد، مال، گھوڑے اور سواری، سرسبز و شاداب اراضی اور اس میں قسم قسم کے مویشی وغیرہ یعنی جس قدر بھی مرغوبات ممکن ہیں سب کا تذکرہ کر دیا گیا۔ اور نہایت حکمت کے ساتھ ان کے ساتھ دنیا کو مزین کرنے کا عندیہ دے کر یہ تربیت بھی فرما دی کہ یہ سب بالکل بھی منفی یا غلط میلانات نہیں ہیں بلکہ یہ سب انسانی فطرت میں قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں، تو خرابی کہاں پیدا ہوتی ہے؟ برائی تب جنم لیتی ہے جب انسان اپنی زندگی کا مقصد ہی ان اشیاء کے حصول کو بنالے اور ان کے حصول میں ہر حد پھلانگ دے، اعتدال اور افراط و تفریط سے کام لے، جائز و ناجائز راہوں

کی تمیز بھول جائے یہ منفی رویہ انسان کے اندر مادیت پرستی کی بدولت ہے جس میں وہ اپنا مقصد تخلیق یعنی اطاعت الٰہی کو فراموش کر کے محض دنیاوی آسائشوں کو ہی اپنا مطمع نظر بنالیتا ہے، یہ سوچ انسان کو حد درجہ خود غرض بنا دیتی ہے اور رزائل اخلاق میں مبتلا کر دیتی ہے۔ قرآنی ابلاغ چونکہ انسانی تربیت کرنے کے لئے ہر قسم کا اچھوتا طرز انداز اختیار کرتا ہے لہٰذا اسی آیت سے اگلی آیت مبارکہ میں اخروی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے گویا انسان کو ترغیب دے رہا ہے کہ یہ دنیاوی لذتیں جتنی بھی خوش کُن اور دل آویز کیوں نہ ہوں بہر حال ان نعمتوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں کو جنت میں عطافرمائے گا، ایسے باغات اور لذائذ کا ذکر ہے، ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، پاکیزہ بیویاں اوران سب سے بڑاانعام یعنی زات باری تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی، مگر یہ انعام صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہے، اسی مضمون کو قرآن حکیم ایک اور جگہ پر یوں بیان کرتا ہے:

{الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا}[23]

"مال اور بیٹے تو دنیا کی رونق اور زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں"

☆ دنیا کی بے ثباتی و کم مائیگی:

قرآن حکیم بار بار دنیاوی زندگی کی حقیقت ذہن نشین کراتا ہے کہ یہ چند روزہ زندگی بالکل بے مایہ ہے، اس کی حیثیت صرف ایک امتحان گاہ کی ہے جبکہ اصل تو اخروی حیات ہے جو روز محشر کے بعد حاصل ہو گی اور وہ ہمیشہ رہنے والی حیات ہے تو یہ امر حقیقت کے زیادہ قریب ہے کہ انسان ہیشگی کی حیات کی کامیابی کے لئے تگ و دو کرے، دنیا میں اگر انسان کے پاس دو مقام ہوں جن میں سے ایک مقام پر اس نے ایک مہینہ رہائش اختیار کرنی ہو جبکہ دوسرے مقام پر 100 سال رہائش اختیار کرنی ہو تو وہ کون سے مقام کی زیادہ آرائش وزیبائش کرے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ شخص اس مقام کو ہر ممکن حد تک پر آسائش بنانے کی کاوشیں کرے گا جہاں پہ اسے اتنا زیادہ وقت رہنا ہے۔ قرآنی ابلاغ انسان کی نفسیات میں یہی بات ڈالتا ہے کہ اس چند روزہ زندگی کی آسائشوں کے پیچھے مت بھاگو، بلکہ اخروی حیات کو سنوارنے کی فکر کرو کیونکہ وہاں کی راحتیں و آسائشیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں جبکہ نافرمان و منکر لوگوں کے لئے جہنم کا ہولناک عذاب منتظر ہے، لہٰذا انسان کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ اپنا مطمع نظر اسی ہمیشہ رہنے والی حیات کو بنائے، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو محض کھیل تماشے سے تعبیر کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ :

{وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ}[24]

"اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے، کاش یہ لوگ سمجھتے"

اللہ جل شانہ نے دنیا کی محبت کو دل میں بسانے کی تنبیہ کی ہے کہ دنیا کی محبت انسان کو یاد الٰہی سے غافل کر دیتی ہے ارشاد فرمایا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ

الْخَاسِرُونَ}[25]

"اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں"

دنیا کی کم مائیگی انسان کے ذہن نشین کرنے کے لئے اسے فریب قرار دیا گیا :

{فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ}[26]

"پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی طرح کا فریب دے"

حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ میں جابجا یہ تعلیمات موجود ہیں کہ جن میں آپ ﷺ نے دنیاوی زندگی کی بے مائیگی کو ذکر فرمایا مثلاً :

((عن سهل قال: سمعت النبى ﷺ يقول: ((موضع سوط فى الجنة خير من الدنيا وما فيها، ولغدوة فى سبيل الله او روحة خير من الدنيا وما فيها))27

"حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کسی کے کوڑے کے برابر جنت میں جگہ دنیا اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح یا شام کے وقت چلنا، دنیا اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہے"

((عن عبد اللہ ابن مسعود قال: قال رسول اللہ ﷺ:((لا تتخذو الضيعة فترغبو افى الدنيا)) 28

"حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جاگیریں نہ بناؤ، ورنہ دنیا میں رغبت کرنے لگ جاؤ گے" ابو عیسیٰ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے

((عن ابى هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((الدنيا سجن المؤمن و جنة الكافر)) 29

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے" ابو عیسیٰ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے

((عن جابر بن عبد الله ان رسول الله ﷺ مر بالسوق، داخلا من بعض العالية، والناس كنفته، فمر بجدى اسک ميت، فتناوله فاخذ باذنه،ثم قال:((ايكم يحب ان هذا له بدرهم؟)) فقالو ا: ما نحب انه لنا بشئى وما نصنع به؟ قال: ((تحبون انه لكم؟)) قالو: والله!لو كان حيا، كان عيبا فيه، لانه اسک، فكيف و هو ميت؟ فقال: ((فوا الله! للدنيا اهون على الله، من هذا عليكم)) 30

"حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک بکری کے مرے ہوئے بچے کے پاس سے گزرے جس کے کے کان چھوٹے چھوٹے تھے تو فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم کے بدلے خریدنا چاہے گا؟ تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ ہم اس کو کسی بھی چیز کے عوض نہیں لینا چاہتے تو اس پہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا اسی طرح ذلیل ہے جس طرح تمہاری نظر میں بکری کا یہ مردہ بچہ ہے"

نتائج بحث: (Conclusion)

عصر حاضر میں انسانوں کی اکثریت مادیت پرستی جیسے منفی فلسفے کو اپنا چکی ہے اب اس کے ذمہ دار شائد وہ حالات ہیں جن کا سامنا اسے اپنے گرد و پیش میں ہے، صبح دن کے آغاز سے رات سونے تک وہ انہی سوچوں میں مگن رہتا ہے کہ مال و دولت کس طرح اکٹھا کیا جائے جس سے وہ اور زیادہ آسائشات تک رسائی حاصل کر سکے، بینک بیلنس، بڑے بڑے عالیشان گھر، اچھی سے اچھی اور مہنگی سے مہنگی گاڑی، جاگیریں، پلازے وغیرہ حاصل کرے اور جس پوزیشن پہ بھی اس کا کاروبار یا ملازمت ہے اس میں اور ترقی کیسے کرے، اور ایسی کوششوں میں قوانین و ضابطے اور اخلاقی حدود و اصول کو توڑنے میں بھی کوئی عار یا شرمندگی اس کے آڑے نہیں آتی۔اس طرز عمل کے شدید اور دوہرے نقصانات ہیں ایک تو انسان انفرادی طور پر بھی حرص و لالچ جیسی برائیوں میں مبتلا ہو کر اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرے اسے کوئی ضرور تمند یا مستحق نظر ہی نہیں آتا تو مجموعی طور پر معاشرہ اس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ زندگی میں آگے بڑھنا اور ترقی کرنا ایک مثبت جذبہ ہے مگر جب اسے بے لگام چھوڑ دیا جائے تب یہ مادیت پرستی کا بھیانک روپ دھار لیتا ہے جس کا علاج قرآن کریم سے گہرا تعلق بنانے میں ہی پنہاں ہے، کیونکہ اسی کتاب میں انسان کے ایسے تمام سماجی و نفسیاتی مسائل کا حل موجود ہے یہ امر ناگزیر ہے تعلق بالقرآن کی بنیاد مضبوطی سے تھام لی جائے جو کہ تعلق باللہ تک لے جانے کا سبب ہے اور یہی وہ لازوال تعلق ہے جو انسان کو اس دنیا میں عزت واصلاح اور اخروی حیات میں وقار و فلاح نصیب کروانے کا باعث ہے۔قرآنی ابلاغ کسی بھی مسئلے سے نظر نہیں چراتا نہ انسان کے لئے اس کے حل میں کوئی تشنگی چھوڑتا ہے ہر مسئلے کو اس کی جڑ سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا ہے۔'علاج بالضد' کے ذریعہ مرض کو اس کی جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔مادیت پرستی کی بنیاد تو مال کی محبت ہے تو قرآنی ابلاغ سب سے پہلے اس دنیا کی بے مائیگی کو بیان کرتا ہے جس سے انسان کے دل میں یہ بات گھر کر جاتی ہے کہ جس دنیا کی خاطر وہ اس قدر تگ و دو کر رہا ہے وہ تو بالکل ہی بے مایہ ہے اور روز محشر اس کا کوئی فائدہ یا وجود نہیں ہو گا بلکہ اس طرح کا لالچ الٹا وبال جان بن جائے گا۔اور دوسرا یہ کہ قرآن کریم مادہ پرستی کے جواب میں 'انفاق فی سبیل اللہ' جیسا اعلیٰ و ارفع تصور متعارف کراتا ہے اور اس کی ترغیبات و تحریکات میں اس قدر خوبصورت انداز اختیار کرتا ہے کہ جس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔یعنی انسان کی سوچ کے زاویے ہی بدل ڈالتا ہے اس کی نفسیات کو اس طرح جھنجھوڑتا ہے کہ انسان خود اپنی خوشی و اطمینان سے اس منفی جذبے سے دوری اختیار کرتا ہے اور اس کے اندر بخل، لالچ، حرص، شقی القلبی کی جگہ فیاضی، سخاوت اور رحمدلی جیسے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ وقت کی ضرورت یہ ہے کہ تعلق بالقرآن کی بنیاد مضبوطی سے تھام لی جائے جو کہ تعلق باللہ تک لے جانے کا سبب ہے اور یہی وہ لازوال تعلق ہے جو انسان کو اس دنیا میں عزت واصلاح اور اخروی حیات میں وقار و فلاح نصیب کروانے کا باعث ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1]مادیت httpps/ur.wikipedia.org

[2]مادیت www.urduencyclopedia.org/urdudictionary

[3]عبدالحمید، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام، ترجمان القرآن، جلد: 4، عدد: 4۔5، شوال۔ذیقعد 1342ھ، جولائی۔اگست، 1953، ص: 84۔85

[4]توقیر عامر ملک، مادیت پرستی کے نقصانات اور ان کا تدارک، مراۃ العارفین انٹر نیشنل، جنوری 2017،والیم:17،ایشو نمبر:9،ص:43

[5]محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، سجاد احمد کاندھلوی، (مترجم)اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ: لاہور، اپریل: 1981ء ،ص: 447۔448

[6]مولانا سمیع الحق، اسلام اور عصر حاضر، دارالعلوم حقّانیہ اکوڑہ خٹک پشاور: پاکستان، س۔ن، ص:32،33

[7]اسلام اور کمیونزم، ص: 67، بحوالہ چینی اخبار: تن بات باؤہانگ کانگ، 11نومبر 1967ء

[8]علامہ اقبال، بال جبریل، نظم: 110، ص: 434، کلیات اقبال، اقبال اکادمی: پاکستان، 2013/11

[9]الکہف18:32،44

[10]القصص28:76،82

[11]مولانا محمد رضی الاسلام ندوی، سیکرٹری تصنیفی اکیڈمی، مادیت پرستی اور اسلام، جماعت اسلامی ہند: نئی دہلی، 2اکتوبر، 2016ء

[12]الانفال8:28

[13]سیّد قطب شہید، جادہ ومنزل، خلیل احمد حامدی (مترجم)اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ)لمیٹڈ،اپریل، 2013ء، ص: 195،196ملخصاً

[14]الانعام6:44،45

[15]الشعراء26:128،135

[16]یونس10:24

[17]الاعراف7:96

[18]نوح71:10،12

[19]الترمذی،الامام الحافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ابن موسیٰ (200ھ۔279ھ)،جامع الترمذی،دار السلام للنشر والتوزیع:الریاض،الطبعۃ الاولیٰ محرم 1420ھ۔ابریل 1999م ، کتاب الایمان، باب فی استکمال الایمان والزیادۃ والنقصان، رقم الحدیث:2612،ص:594

[20]محب اللہ قاسمی، مادہ پرستی کے اثرات ہمارے اخلاق پر، فکر وخبر بھٹکل، کرناٹک:انڈیا، ہفتہ، 27نومبر، 2016

[21]آل عمران 14:3

[22]سیّد قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق: بیروت،الطبعۃ الشرعیۃ الاولیٰ: 1972،الطبعۃ الشریعۃ الرابعۃ والثلاثون: 1425ھ-2004ء، 374/1

[23]الکھف 46:18

[24]العنکبوت 64:29

[25]المنافقون 9:63

[26]لقمان 33:31

[27]البخاری، الامام ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل (194ھ-256ھ)، صحیح البخاری، دار السلام للنشر والتوزیع،الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ذوالحجۃ 1319ھ-مارس 1999م ،کتاب الرقاق، باب مثل الدنیا فی الآخرۃ، رقم الحدیث: 6415، ص: 1114

[28]جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب منہ حدیث: ((لا تتخذو الضیعۃ فترغبو افی الدنیا)) رقم الحدیث: 2328، ص: 533

[29]جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء ان الدنیا سجن المؤمن وجبۃ الکافر، رقم الحدیث: 2324، ص: 532؛ صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن للمؤمن وجبۃ للکافر، رقم الحدیث: 7417، ص: 1281

[30]الامام مسلم، ابی الحسین بن حجاج بن مسلم القشیری النیسابوری (204ھ-261ھ) صحیح مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع،الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، محرم 1421ھ-ابریل 2000م ،کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن للمؤمن وجبۃ للکافر، رقم الحدیث: 7417، ص: 1282،1281